نعرۂ تکبیر!

جادۂ حق سے نہ اے مسلم خدارا تو بھٹک
جو بھٹک جائیں نہ اُن کے پاس تو ہرگز پھٹک

ماسوی اللہ تیغِ لا سے کاٹ دے مثلِ خلیل
پھر ذبیح اللہ بن کر دار پر جا کر لٹک

سر بکف ہو کر نکل دشمن جب ہو خنجر بدست
آیۂ لا تقنطوا پڑھ پڑھ کے میداں میں مٹک

کاروانِ ملّتِ بیضاء کو پھر بیدار کر
دامنِ غفلت کو اپنے ہاتھ سے یکدم جھٹک

نعرۂ ھل من مبارز سے لرز جائے عدو
دشمنِ ربّ الورٰی کا دے زمیں پر سر ٹپک

کفر کو دنیا سے گر ناپید کرنا ہے تو پھر
خار ہو کر حلق میں کفّار کے طاہرؔ اٹک

"طاہر"

مصری وفد کو ہیرا ویلکم

ایک عرصہ دراز تک مصر میں رہنے کی وجہ سے اور اس تعلق مودّت کی بنا پر جو وفد پارٹی کے بعض سرکردہ لیڈروں سے مجھے رہا ہے خصوصًا ہز ایکسیلنسی مصطفیٰ نحاس پاشا رئیس وفد المصری سے وفد اور وفد کے سوا بھی بہت سے معزز اور محترم اشخاص سے مصر میں میرا تعلق رہا ہے۔ ان لوگوں نے جب کہ میں ان کے ملک میں تھا۔ میرے ساتھ نہایت شریفانہ سلوک کیا۔ اور اپنے سلوک سے میرے قلب میں مصر کی محبت کو جاگزیں کر دیا۔ مصر کے عوام الناس مصر کے متوسط درجہ کے لوگ۔ مصر کے امراء۔ مصر کے وزراء اور اخبار نویسوں سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور میں نے ان کو نہایت شریف النفس اور اعلیٰ اخلاق کے لوگ پایا۔ میرا اور ان کا صدہا امور میں اختلاف ہوتا تھا۔ مگر اس اختلاف نے کبھی بھی ان کے قلب کو مکدر نہیں کیا۔ اس لئے میرے دل میں مصریوں کی علی العموم بڑی عزت ہے۔ اس عزت اور محبت کے اظہار کے لئے میں یہ چند سطور اپنے اخبار الحکم میں لکھ کر اس وفد کو جو تریپوری کانگرس کے اجلاس میں شامل ہونے کے لئے آیا ہے ویلکم کہتا ہوں۔ اس وفد کے تمام ممبر معزز اور اعلیٰ طبقہ کے لوگ ہیں۔ حضرت صاحب المعالی محمود بک بسیونی ایک بلند پایہ قانون دان ہیں۔ اور وزارت وفد میں وزیر اوقاف رہ چکے ہیں۔ مجلس الشیوخ کے ممبر ہیں۔ وفد پارٹی میں آپ اپنی شرافت، سلامت روی، وفاداری کی وجہ سے بہت قابلِ عزت جانے جاتے ہیں۔

آپ کے ساتھ استاذ محمود ابوالفتح ایڈیٹر دالمصری اور استاذ احمد حمزہ ایڈیٹر "الوفد المصری" اور احمد جودہ قاسم آفندی الصحافی نہایت بلند پایہ اصحاب قلم میں سے ہیں۔ صاحب المعالی محمد علی علوبہ پاشا کے بعد یہ پہلا مصری وفد ہے۔ جو اسقدر وقیع اشخاص پر مشتمل ہو کر تشریف لایا ہے۔

میں اپنے ذاتی تعلقات مودّت و محبت کی بنا پر ان سب اصحاب کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں۔ کہ ہندوستان کی آب و ہوا ان کے لئے مفید ہو۔ اور اُن کی آمد دونو ہمسایہ ملکوں کے تعلقات کو بڑھانے کا باعث ہو۔ آمین

محمود احمد عرفانی
سابق ایڈیٹر "اسلامی دنیا" قاہرہ
حال ایڈیٹر "الحکم" قادیان

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر و پبلشر و پرنٹر چھپکر دفتر اخبار الحکم تراب منزل قادیان سے شائع ہوا

سوانح حیات حضرت حکیم مولوی عبید اللہ صاحب بسمل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک عبرت انگیز واقعہ

(۷)

مرتبہ جناب مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل اسسٹنٹ ایڈیٹر "الفضل"

جس زمانہ میں مَیں رامپور میں رجسٹرار تھا میرے سامنے ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ مَیں عبداللہ خان صاحب کے محلہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اور مجھے قریباً سال بھر ہوگیا تھا۔ کہ ایک دن عبداللہ خاں کا ملازم میر حمائت علی مجھے کہنے لگا۔ کہ آپ مکان خالی کر دیں۔ مَیں نے کہا دو مہینے کا کرایہ میری طرف ہے۔ وہ ادا کر کے چلا جاؤنگا۔ کہنے لگا۔ کہ کرایہ بھر لے لیا جائیگا۔ مگر مکان خالی کر دو۔ کیونکہ ہمارے مہمان منجھلے خانصاحب کے لڑکے کی شادی پر آنے والے ہیں۔ مَیں نے دوسرے روز بیچے خانصاحب سے ذکر کیا۔ کہنے لگے میرا مکان خالی ہے۔ آجائیں۔ انہوں نے ایک عمدہ مکان میرے لئے خالی کر دیا۔ مَیں اٹھکر وہاں چلا گیا۔ عبداللہ خانصاحب کے پوتے (منجھلے خانصاحب کے لڑکے) کی شادی تھی۔ خاکسار کو بھی دعوتی رقعہ ملا۔ مَیں بھی دعوت میں شریک ہوا۔ جرنیل عظیم الدین خاں مدارالمہام ریاست رامپور بھی دعوت میں مدعو تھے۔ اور تمام عمائد اور اراکین اس میں شامل تھے۔ اور رمضان المبارک کی تیسری تاریخ تھی۔ قریب دس بجے رات کے جرنیل صاحب کھانا کھا کر ٹمٹم پر سوار ہوئے۔ کیونکہ ان دنوں موٹر کا رواج ابھی نہیں ہوا تھا۔ عبداللہ خان کے مکان سے ساٹھ قدم پر ایک مہمان سرا ہے۔ جب اس کے محاذی پہنچے تو ہمارے کانوں میں بندوقوں کے چلنے کی آواز آئی۔ لوگوں نے خیال کیا۔ کہ شائد برات کے لئے پٹاخے چھوٹتے ہیں۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد کانا پھوسی ہونے لگی۔ اور لوگوں میں ہلچل پڑ گئی۔ معلوم ہوا۔ کہ جرنیل صاحب کو گولی لگی ہے جسطرف کہ جرنیل صاحب گئے تھے۔ لوگ اس طرف دوڑ پڑے۔ شارع عام پر دیکھا۔ کہ حافظ مبارک علی خان کپتان فوج کے کپڑوں کو آگ لگی ہوئی ہے۔ اور سر اُن کا تلوار سے کٹا پڑا ہے۔ لوگ اُن کی آگ بجھانے کی طرف مشغول ہوئے۔ مَیں نے دیکھ کر کہا۔ حافظ صاحب ایک نیک آدمی تھے۔ خدا جانے کس ظالم نے اِن کو قتل کیا۔ اس سے آگے چل کر دس قدم پر دیکھا۔ کہ جرنیل صاحب کو لوگ چارپائی پر لٹا رہے ہیں۔ اور ان کو گولی لگی ہوئی ہے۔ تمام شہر میں کہرام مچ گیا۔ کہ جرنیل صاحب مارے گئے ہیں دھوم دھام سے ان کی نعش اٹھائی گئی۔ اور دفن کئے گئے۔ لیکن قاتلوں کا سراغ نہ ملا۔ بعد چند روز کے سنا۔ کہ عبداللہ خانصاحب اور اُن کے بیٹے منجھلے خاں اور سعد اللہ خاں اور اسد اللہ خاں اور غزن خاں اور میر حمایت علی وغیرہ کو قاتل قرار دے کر مقدمہ چلایا گیا ہے۔

لیکن بوجہ عدم ثبوت وہ رہا ہو گئے۔ اور بجائے مدار المہام صاحب کے کرنل ون سنٹ صاحب کونسل آف ریجنسی کے پریزیڈنٹ مقرر ہوئے۔ تین مہینے ہوئے تھے۔ کہ انہوں نے رامپور کے جیل کا معائنہ کیا۔ دیکھا۔ کہ قیدی سفید پوشاکیں پہنے ہوئے خوش باشانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ون سنٹ صاحب نے کہا۔ کیا یہ جیلخانہ ہے۔ یا بہشت ہے۔ ان کو قیدیوں کی وردی پہنانی چاہیئے۔ وردیاں بنائی گئیں۔ اور مٹی میں رنگ کر پھیلائی گئیں۔ قیدی اس وردی کو دیکھ کر نہایت درہم برہم ہوئے۔ کہنے لگے ہم یہ نہیں پہنینگے۔ جیلر نے ہرچند سمجھایا۔ مگر وہ نہ ملنے۔ دوسرے دن ون سنٹ صاحب جب جیل میں پہنچے۔ تو انہوں نے جیلر سے کہا۔ کہ وردی کیوں نہیں پہنائی گئی۔ جیلر نے کہا۔ کہ قیدی وردی کے پہننے سے انکار کرتے ہیں۔ جیل اسوقت میرے گھر سے تیس گز کے فاصلہ پر تھی۔ ون سنٹ صاحب نے دو چار قیدیوں کو جو سرغنہ تھے بلا کر کہا۔ کہ تم وردی کیوں نہیں پہنتے۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہم مشورہ کر کے جواب دیں گے۔ ون سنٹ صاحب نے کہا۔ تم کو مشورے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرے سامنے پہنو۔ وہ بھاگ کر بارک کی طرف جانے لگے۔ ون سنٹ صاحب نے اپنے اردل کے دو سپاہیوں کو کہا۔ کہ انکو پکڑ کر لے آؤ۔ قیدی اُن سے گتھم گتھا ہو گئے۔ ڈانگ سوٹا جو کچھ ہاتھ آیا۔ اس سے مارنے لگے۔ دونوں اردلی بے ہوش ہو گئے۔ ون سنٹ صاحب کی ٹوپی پر بھی چھڑیاں پڑیں۔ ٹوپی گر گئی۔ میں اس وقت جیل کے دروازے پر عبدالرحیم خان جیلر کے بیٹے سے باتیں کر رہا تھا۔ کہ عبدالرحیم خاں جیلر ون سنٹ صاحب کو کھینچ کر باہر لایا۔ اور وہ دونوں اردلی جو بے ہوش تھے۔ اُن کو بھی کشاں کشاں باہر لائے۔ اور گاڑی پر سوار کیا۔ ون سنٹ صاحب نے اپنی کوٹھی پر پہنچ کر فوج کو حکم دیا کہ جیل خانے کا محاصرہ کر لو۔ اور خود بیٹھ کر تار دیا۔ لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی شمالی اسوقت کالون صاحب بہادر تھے۔ اُن کے حکم کے حصول تک کوٹھی پر ٹھہرے رہے۔ جب حکم حاصل ہو گیا۔ تو اکرام اللہ خانصاحب جو ڈویژنل ممبر اور ڈپٹی علی حسین صاحب ممبر مال کو لے کر جیل میں پہنچے۔ فوج کا محاصرہ تو تھا ہی جیل کی چھت پر چڑھ کر گولی چلا دی۔ اور ایک آدمی جو اردلی کا طپنچہ چھین کر ناچ رہا تھا۔ اسکو نشانہ بنایا۔ اور فوج کو جیلخانے میں داخل ہونے کا حکم دے دیا۔ تمام قیدیوں کو ہتھکڑیاں پہنائی گئیں اور رسی باندھ کر دو دو قیدیوں کو باندھ دیا گیا۔ مَیں عبدالرحیم کے لڑکے کے ساتھ جیل کے اندر چلا گیا۔ اور ہسپتال کے گوشے سے نظارہ دیکھنے لگا۔ تین آدمی ان میں سے نکال کر چکر کی سڑک پر کھڑے کئے گئے۔ اور چھ گورکھوں کو ان کے مقابل پر کھڑا کر کے گورکھوں کو گن فائر کا حکم دے دیا گیا۔ وہ تینوں قیدی زمین پر گر گئے۔ بس تمام جیل خانے میں کیا۔ اور دیکھنے والوں میں کیا۔ تھرتھری پیدا ہو گئی۔ ڈپٹی علی حسین صاحب میرے قریب کھڑے تھے۔ ان کو غش آگیا۔ میں نے اور عبدالرحیم خانصاحب کے لڑکے نے ان کو سنبھالا ڈپٹی علی حسین صاحب کا داہنا ہاتھ میرے کندھے پر تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے فوراً کوئی دوا لا کر پلائی۔ جس سے ان کو افاقہ ہوا۔ ون سنٹ صاحب نے یہ سزا دے کر جیلخانے کو بند کرنے کا حکم دیا۔ اور ان تینوں آدمیوں کو چکر سے گھسیٹ کر دفنانے کا حکم ہوا۔ ان کی لاشیں زمین پر گھسیٹی گئیں۔ اور باہر جا کر لوگوں نے دفن کیا۔ اس رات رامپور کے لوگوں میں غالباً کسی کے گھر آگ نہیں جلائی گئی۔ بعد اس کے تمام قیدیوں کی سزائیں بڑھا دی گئیں۔ ون سنٹ صاحب نے بعد ازاں لفٹیننٹ گورنر صاحب کی خدمت میں لکھا۔ کہ جرنیل عظیم الدین خان کے مقدمہ کی کارروائی بے ضابطہ ہوئی ہے۔ کیونکہ حدود ریاست سے باہر تحقیقات کی گئی ہے۔ اسواسطے اس تحقیقات کو کالعدم قرار دیا جائے۔ اور حدود ریاست میں ازسر نو تحقیقات ہونی چاہیئے۔ وہاں سے حکم ہو گیا۔ کہ ہاں ٹھیک ہے۔ حدود ریاست میں تحقیقات ہونی چاہیئے۔ یہ سُن کر عبداللہ خان نے غالباً خودکشی کر لی۔ کیونکہ اسی روز فوت ہو گئے۔ منجھلے خاں اُن کے بیٹے اور سعد اللہ خاں اور تیسرے حاجی مجتبیٰ خاں تینوں مفرور ہو گئے۔ اور کابل پہنچ گئے۔ دو سال تک کابل میں رہے ان کے بعد مقدمہ کی تحقیقات ہوئی۔ میر حمایت علی اور ایک شخص غالباً غزن خاں کو پھانسی ہوئی۔ جمال الدین خان تیسرا شخص تھا۔ وہ راجپوتانہ سے گرفتار ہو کر آیا۔ اس کو بھی پھانسی ہوئی۔ منجھلے خاں اور سعد اللہ خاں کو امیر عبدالرحمان والئے کابل نے کابل سے بوجہ کسی امر کے نکال دیا۔ سعد اللہ خاں لاہور میں گرفتار ہو گیا۔ منجھلے خاں مراد آباد میں۔ حاجی مجتبیٰ خاں روپوش رہا۔ سعد اللہ خاں کو پھانسی ہوئی۔ منجھلے خاں کو حبس دوام۔ اس کے بعد عبداللہ خاں کے محلے کو ضبط بحق سرکار قرار دیکر اینٹ کے ساتھ اینٹ بجا دی گئی۔ اور اس جگہ ہائی سکول بنایا گیا۔ وہ نظارہ نہایت ہی عبرتناک تھا جس وقت عبداللہ خاں کی بیویاں۔ لڑکیاں بچے اور بہوئیں۔ اس محلہ میں سے نکالی گئیں۔ ان کو دیکھ کر ایک عالم تھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

احمدی مستورات سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی میں اپنے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ہاتھ کس طرح بٹا سکتی ہیں؟

محترمہ سیدہ طیبہ صدیقہ صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کی قلم سے

احمدیت کیا ہے؟ احمدیت وہی حقیقی اسلام ہے۔ جسکی داغ بیل اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک سے ڈالی۔ اور جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اور جسے اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دوبارہ ثریا سے لائے۔ اور اب اس زمانہ میں جبکہ چاروں طرف سے احمدیت پر حملے ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند کو جس کے متعلق اس نے پہلے ہی سے اپنے پیارے مسیحؑ کے مبارک منہ سے "مصلح موعود" "فضلِ عمر" "اولوالعزم" اور فخرِ رسل کے خطابات عطا کئے تھے۔ اور آپ کے متعلق پہلے سے ہی یہ خبر دی تھی۔ کہ کان اللہ نزل من السماء۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ یعنی حقیقی اسلام کو دنیا میں پھیلانے کیلئے مامور کیا۔

پس اب اس دور میں جبکہ اس نازک و کمزور پودے پر ہر طرف سے مخالفت اور مصائب کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ اور اُسے نیست و نابود کرنے کے لئے دشمن ہر طرف سے اس پر آگ برسا رہے ہیں۔ ہر اس عورت کا جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر ہر قسم کی قربانی کرنے کا عہد کیا ہے۔ فرض ہے۔ کہ وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی میں اپنے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ہاتھ بٹائیں۔ اور جس طرح بھی ہو سکے احمدیت کو دنیا کے کناروں تک پھیلا کر رہیں۔ اور کوئی ملک اور کوئی شہر اور کوئی گاؤں ایسا نہ رہے جہاں فرزندانِ احمدیت نہ پائے جائیں۔ پس آؤ! ہم ایک نیا آسمان اور نئی زمین بنائیں جو نورِ احمدیت (حقیقی اسلام) کے نور سے منور ہو۔

اب ہم نے یہ دیکھنا ہے۔ کہ وہ کون کون سے ذرائع ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہونے سے احمدی مستورات سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی میں اپنے امام ایدہ اللہ کا ہاتھ بٹا سکتی ہیں۔

تحصیلِ علم

سب سے پہلا ذریعہ تحصیلِ علم ہے ہر احمدی عورت کا فرض ہے۔ کہ وہ علم حاصل کرے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ علم کا حاصل کرنا ہر مسلم مرد اور مسلمہ عورت پر فرض ہے۔ پس جب ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی یہ مبارک ارشاد ہے۔ اور آجکل ہمارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بھی یہی حکم ہے۔ کہ ہم علم حاصل کریں۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ہم تحصیلِ علم میں سب سے پیچھے رہ جائیں۔ پس ہمارا سب سے پہلا فرض ہے۔ کہ جہالت کے پردہ سے نکل کر علم حاصل کریں۔ اور اپنی اولادوں کو نورِ علم سے منور کرنے کے قابل ہو سکیں۔ سب سے پہلے تو ہمیں دینی تعلیم حاصل کرنی چاہیئے۔ تا یہ نہ ہو کہ ہم نورِ دین سے بے بہرہ رہیں۔ اس کے بعد ہم دوسرے ممالک کی زبانیں بھی سیکھیں۔ تا یہ نہ ہو۔ کہ دوسری زبانیں ہمارے راستہ میں روک بنیں۔ اور ہم تبلیغ احمدیت کا کام بھی ٹھیک طرح سے سرانجام نہ دے سکیں۔

پس سب سے پہلے تو مستورات کو خود تعلیم حاصل کرنی چاہیئے۔ جس کے لئے حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے سکول بھی جاری کیا ہوا ہے۔ اور پھر اس کے بعد جہاں تک ممکن ہو۔ اپنی دوسری بہنوں کو بھی تعلیم دیں۔

اپنے ہاتھ سے کام کرنا

دوسرا فرض جس پر عمل پیرا ہونے سے مستورات اپنے امام ایدہ اللہ کا ہاتھ بٹا سکتی ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ وہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کریں۔ آجکل عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ مستورات اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو عیب سمجھنے لگ گئی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کو سستی نے اتنا جکڑ رکھا ہے۔ کہ اُن کے لئے ہاتھ میں رومال رکھنا یا اٹھ کر خود پانی پی لینا بھی بہت مشکل کام ہے۔ وہ کام کے لئے کئی کئی نوکر رکھ لیتی ہیں۔ اور اس طرح روپیہ پانی کی طرح بہا دیا جاتا ہے۔

پس مستورات کو چاہیئے۔ کہ وہ خود اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ اپنے کپڑے بھی اپنے ہاتھ سے سی لیا کرتے تھے۔ اور جوتے کی مرمت بھی کر لیا کرتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بارہا برتن اپنے ہاتھ سے مانجھے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے کئی دفعہ اپنے کپڑے خود اپنے ہاتھ سے دھوئے۔

پھر ہاتھ سے کام نہ کرنے کے کئی نقصانات ہیں۔ اوّل ہاتھ سے کام نہ کرنے سے بیکاری بڑھ جاتی ہے۔ اور حضور کا ارشاد ہے۔ کہ کوئی بیکار نہ رہے۔ بلکہ ماں باپ اپنی اولادوں کو جو گھروں میں بیکار بیٹھی رہتی ہیں۔ حکم دے دیں۔ کہ وہ گھروں سے نکل جائیں۔ اور اپنے ہاتھ سے کام کر کے کمائیں۔

ہاتھ سے کام نہ کرنے سے سستی اور کسل پیدا ہوتا ہے۔ اور طرح طرح کی امراض پیدا ہو جانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ قوت ارادی کمزور ہو جاتی ہے ذہنیت خراب ہو جاتی ہے۔ آئندہ نسلوں پر برا اثر پڑتا ہے۔ غرض ہاتھ سے کام نہ کرنا خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے۔

برخلاف اس کے ہاتھ سے کام کرنا اچھے نتائج پیدا کرتا ہے۔ اور کبر کو بھی توڑتا ہے۔ اس طرح پر یہ جب امیر اور غریب تمام عورتیں اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے لگ جائیں۔ تو امارت اور غربت کا سوال ایک حد تک مٹ جائیگا۔ اور سب عورتیں آپس میں بہنوں کی طرح رہیں گی۔ اور اعلیٰ ادنیٰ کی تمیز جاتی رہے گی۔ اور دوسرے اگر کوئی نازک وقت ہماری جماعت پر آ جائے۔ تو ایسا نہ ہو۔ کہ ہاتھ سے کام نہ کرنے کی عادت ہماری راہ میں روک بن جائے۔

سادہ زندگی

تیسرا ذریعہ جس کی وجہ سے ہم اپنے مقصد میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتی ہیں۔ وہ سادہ زندگی بسر کرنا ہے اس زمانہ میں جب کہ دشمنانِ اسلام ننگی تلواریں لئے ہوئے احمدیت پر حملہ آور ہیں۔ ہر عورت کا فرض ہے۔ کہ وہ سادہ زندگی بسر کرے۔ اور اپنے اخراجات کو کم کر کے خدمتِ دین کرے۔

ہر مسلمان عورت کی یہ خواہش ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلے۔ پس اس خواہش کو مدّنظر رکھتے ہوئے ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سادہ زندگی بسر کریں۔

اس زمانہ میں چونکہ خدمتِ دین کے لئے مالی امداد کی سخت ضرورت ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی ضروریات کو کم کر کے اپنی زندگیوں کو سادہ بنا لینا چاہیئے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان اللہ لا یحب المسرفین۔ کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ ہاں سادہ زندگی بسر کرنے کا ارشاد فرماتا ہے۔ پس جبکہ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرماتا ہے۔ کہ مسرفانہ زندگی بسر نہ کرو۔ تو اگر ہم اس حکم کے باوجود بھی اسراف سے کام لیں اور سادہ زندگی بسر نہ کریں، تو یقیناً ہم اپنے پروردگار کے حکم کے خلاف کام کرنے والے ہوں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی کا تو یہ حال تھا۔ کہ آپ ہمیشہ چٹائیوں پر سویا کرتے۔ سادہ لباس پہنتے تھے۔ اور سادگی کو پسند فرماتے تھے۔

سادہ زندگی لبسر کرنے کا سب سے اعلیٰ طریقہ وہی ہے۔ جو ہمارے پاک امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے بتایا ہے۔ کہ ہر شخص خواہ مرد ہو یا عورت۔ بچہ ہو یا بوڑھا۔ امیر ہو یا غریب ایک کھانا کھائے۔ اور چونکہ کھانے کا تعلق زیادہ تر عورت کی ذات سے وابستہ ہے۔ اس لئے اُسے چاہیئے۔ کہ وہ ایک ہی کھانا پکائے اور پھر حضور اقدس ایدہ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے۔ کہ لباس میں بھی بے جا اسراف نہ کیا جائے۔ ضرورت سے زیادہ کپڑے نہ بنوائے جائیں۔ اور امیر و غریب ہر قسم کے آدمی سادہ زندگی لبسر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلیں۔ اور اپنا روپیہ اس طرح برباد نہ کریں۔

ہمیں سادہ زندگی لبسر کر کے پہلے ہی سے اپنے نفسوں کو سادگی کا عادی بنا کر اس امر کے لئے تیار رکھنا چاہیئے۔ کہ جب کبھی بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ سے قربانی کی آواز آئے۔ تو ہم اس قربانی کے لئے پہلے سے ہی تیار ہوں۔ پھر قرآن کریم کی تو یہ تعلیم ہے۔ کہ ہر شخص خواہ مرد ہو یا عورت بچہ ہو یا بوڑھا۔ اس میں قوت استباق پیدا ہو۔ جیسا کہ فرمایا فاستبقوا الخیرات پس ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم سادہ زندگی لبسر کر کے نیکیوں میں سبقت لے جانے والی ہوں۔ کیونکہ اگر ہم سادہ زندگی بسر کرنے کی معمولی قربانی نہ کر سکیں گی۔ تو ناممکن ہے۔ کہ ہم ان قربانیوں کے لئے تیار رہیں جنکا اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہمیں حکم ملیگا۔ اور مل رہا ہے۔

خاندانی فرائض اور تربیت اولاد چوتھا فرض احمدی مستورات کا اپنے رشتہ داروں کے متعلق ہے۔ عورتوں کو چاہیئے کہ اپنے رشتہ داروں سے محبت و پیار کا سلوک رکھیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں والارحام کا لفظ فرما کر رحمی رشتہ داروں سے پیار و محبت اور نیک سلوک کرنے کا ارشاد فرماتا ہے۔

پس ہمیں ہر وقت اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھنا چاہیئے اس سے آپس میں اخوت کا رشتہ زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ اور جو ایسے رشتہ دار ہوں جن کے دلوں میں ابھی صداقت کا نور نہ چمکا ہو۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم انہیں ہر وقت تبلیغ کرتی رہیں۔ اور نیز اپنے خاوندوں کو تاکید کرتی رہیں۔ کہ وہ سلسلہ کے کاموں میں زیادہ جوش و خروش سے حصہ لیں۔ اور یہ کہ وہ باہر نکل کر تبلیغ کریں۔ جہاں ہمیں خاوندوں کو چوکس اور ہوشیار کرنا ضروری ہے وہاں ہمیں تربیت اولاد کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ آج کل عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔ کہ مستورات اپنی ذات کے متعلق تو ہر قسم کا خیال رکھتی ہیں۔ کہ کہیں لباس اور ان کے بناؤ سنگار میں فرق نہ آ جائے۔ لیکن انہیں اپنی اولادوں کا بالکل خیال نہیں ہوتا۔ اگر بچے گندے رہتے ہیں۔ تو کہتی ہیں۔ انہیں گندے ہی رہنے دو۔ اگر وہ علم سے بے بہرہ رہتے ہیں۔ تب بھی انہیں بالکل کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے متعلق خاص حکم دیا ہے۔ پس ہماری عورتوں کو چاہیئے۔ کہ بچے کی پیدائش کے دن سے ہی اعلیٰ طریق پر اس کی تربیت شروع کریں۔ کہ بڑے ہو کر اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہوئے دین کی خدمت میں پیش پیش رہیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ نقص تربیت کی وجہ سے سلسلہ کی ترقی میں روک بنیں۔

پس سب سے پہلا خیال جو بچوں کی تربیت کے متعلق مستورات کو رکھنا چاہیئے۔ وہ یہ ہے کہ انہیں بچپن سے ہی پابندئ اوقات کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ ان کے کھانے، پڑھنے، کھیلنے وغیرہ کے لئے وقت مقرر کرنا چاہیئے۔ پھر بچپن سے ہی انہیں ماں باپ اور بزرگوں کی اطاعت کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ جھوٹ سے نفرت اور سچ بولنے کا عادی بنانا چاہیئے ماؤں کو چاہیئے۔ کہ خود بالکل جھوٹ نہ بولیں۔ اور اگر بچہ کوئی بات پوچھے۔ تو بات کو سچ سچ کہیں۔ اس سے بچہ کے دل میں سچائی گھر کر جائیگی۔ اور جھوٹ سے نفرت پیدا ہوگی۔

پھر جب بچہ کچھ بڑا ہو۔ تو اس کی تعلیم کا خیال رکھیں۔ مدرسے یا گھر میں تعلیم دیں۔ اور اس بات کی خاص نگرانی رکھیں کہ بچہ باہر سے بُری باتیں نہ سیکھ آئے۔ نماز کا عادی بنائیں تاکہ اس کے دل میں خشیۃ اللہ اور خدا کا خوف پیدا ہو۔ بچہ کو بچپن میں دینی تعلیم نہ دینا خطرناک غلطی ہے۔ کیونکہ بچہ نرم شاخ کی مانند ہوتا ہے۔ جس کو جس طرف چاہو موڑ لو۔ اسلئے بچپن سے ہی دینی تعلیم دینا ضروری ہے۔ ہمارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا تو یہ حکم ہے۔ کہ ہماری جماعت کو ہر قسم کی تعلیم سیکھنی چاہیئے۔ تاکہ تبلیغ میں آسانی ہو۔ پھر بچوں کو بچپن سے ہی سختیاں برداشت کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ غرض اولاد کی تربیت اعلیٰ طریق پر کرنی چاہیئے۔

مالی و جانی قربانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی کے لئے پانچواں فرض مستورات کا مالی و جانی قربانی کرنا ہے۔ آجکل ہماری جماعت ایسے دور میں سے گذر رہی ہے۔ کہ مالی امداد کی سخت ضرورت ہے۔

پس ہمارا فرض ہے۔ کہ اپنے امام ایدہ اللہ تعالےٰ کی ہر تحریک پر لبیک کہتی ہوئی آگے بڑھیں اور السابقون الاولون میں شامل ہوں۔ اور اپنی قدر کے مطابق بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیں۔ اور جتنا ممکن ہو سکے چندہ دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ کا یہ حال تھا۔ کہ گھر کا سب سامان بیچ کر اپنے پیارے رسول کے قدموں میں ڈال دیتے تھے۔ ہمیں بھی چاہیئے۔ کہ اپنا مال و جان سلسلہ کی ترقی کے لئے اپنے پیارے امام ایدہ اللہ تعالےٰ کے آگے پیش کریں۔

لجنہ اماء اللہ کی امداد پھر مستورات کو چاہیئے۔ کہ وہ لجنہ اماء اللہ کی ہر طرح امداد کریں جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حکم سے قائم ہوئی۔ باہر نکل کر لوگوں سے اس کے لئے چندہ جمع کریں۔ حضور کے حکم کے ماتحت شہروں میں جا کر تبلیغ کریں۔ اور جتنا بھی ممکن ہو لجنہ اماء اللہ کا کام کریں اور ہر طرح سے اُن کی امداد کریں۔

اولاد کو قادیان بھیجنا قادیان سے باہر کی مستورات کو چاہیئے۔ کہ اپنی اولاد کو تعلیم کے لئے قادیان بھیجیں۔ یہ کام خاص کر عورتوں کا ہے۔ کہ وہ اپنے خاوندوں سے کہیں۔ کہ بچوں کو قادیان میں پاک تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجو۔ یہاں دنیوی تعلیم کے علاوہ دینی تعلیم بھی حاصل کریں گے۔ اور حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کے خطبات اور بزرگوں کے لیکچروں اور نیک صحبتوں سے ایک نئی زندگی حاصل کریں گے۔

اطاعت امام احمدی مستورات کا سب سے بڑا فرض اطاعت امام ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں خلافت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون۔ یعنی اتنی واضح دلیلوں کے بعد بھی خلیفہ کا انکار کرنا۔ اور اس کے حکموں پر عمل نہ کرنا فاسقوں کا کام ہے۔ مومنوں کا نہیں۔ پس امام کی اطاعت نہ کرنے والا ہماری جماعت میں سے نہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فرماتے ہیں۔ کہ جو میرے حکموں پر نہیں چلتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

پس ہر عورت کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے امام ایدہ اللہ تعالےٰ کی ہر بات میں اطاعت کرے اور آپ کی ہر بات پر لبیک کہتی ہوئی آگے بڑھے۔

دُعا پھر ہماری مستورات کا سب سے بڑا اور اہم فرض یہ ہے۔ کہ وہ ہر وقت اللہ تعالےٰ کے حضور دعا کرتی رہیں۔ اور اس کے آگے جھکیں۔ اور کہیں۔ کہ اے ارحم الراحمین! تو ہی ہمارا مددگار ہو۔ تو جو چاہے۔ کر سکتا ہے۔ تو ہی ہماری جماعت کو ترقی دے۔ اور اُسے دنیا کے گوشوں تک پہنچانے میں ہماری مدد کر۔

ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے سب فرائض کو مدنظر رکھ کر اُن پر کاربند ہوں۔ اور جہاں احمدیت اور اسلام کے سب حکموں پر چلیں۔ وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشادات پر عمل پیرا ہوں۔ اور اپنے نفسوں کا محاسبہ کرتی رہیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ ہم سب وابستگان احمدیت کو ایسا کرنے کی توفیق دے۔

ربنا تقبل منا۔ انک انت السمیع العلیم۔

(نوٹ)

"الحکم" کے وی پی جاری ہو رہے ہیں۔ وصول فرما کر ممنون فرمائیں۔ (مینجر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے؟

(۲)

(گذشتہ سے پیوستہ)

ہر عقلمند میرے ساتھ اس بات میں اتفاق کریگا۔ کہ جب کوئی رحیم کریم انسان اپنے خدام کو کسی خطرناک بات سے آگاہ کرتا ہے۔ تو ضرور اس خطرناک بات سے بچاؤ کا ذریعہ بھی بتاتا ہے۔ سو جہاں تمام انبیاء علیہم السلام نے دجالی فتنہ سے اپنی اپنی قوم کو آگاہ کیا۔ وہاں اُس کے علاج سے بھی آگاہ کیا۔

رہا یہ سوال کہ اس کا علاج انہوں نے کیا بتایا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر تمام انبیاء کی طرح اس دجالی فتنہ عظیمہ کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ اس کا علاج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد ہے۔ جیساکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ فبینما ھو ذالک اذ ھبط نبی اللہ عیسےٰ ابن مریم .... حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہٗ۔ کہ جب دجالی فتنہ زوروں پر ہوگا۔ تو اسوقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئیں گے۔ اور وہ دجالی فتنہ کو پاش پاش کریں گے۔

پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان نبیوں کی پیشگوئی جو انہوں نے دجالی فتنہ اور اس کے علاج کے متعلق کی تھی ہمیں معلوم ہوگئی۔ تو ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء کرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اسی وقت ایمان لاچکے تھے۔ جبکہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے متعلق پیشگوئی کی تھی۔

توجس مسیح موعود علیہ السلام پر تمام انبیاء اور انکی اتباع میں ان کی تمام جماعتیں اور باآخر ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت ایمان لاچکیں۔ تو کیا ہمارے لئے ضروری نہ ہؤا۔ کہ ہم جن کے سامنے وہ پیارا موعود ظاہر ہؤا۔ اس پر ایمان لائیں۔ کیونکہ اگر ان کی آمد کے وقت انکار کر دیا جائیگا۔ تو خدا نہ ہمارے اس ایمان کو جو ہم آپ کی آمد کی پیشگوئی پر لاتے تھے۔ اسی طرح ہمارے منہ پر مار دیگا جس طرح یہود کے اس ایمان کو خدا تعالےٰ نے رد کر دیا تھا۔ جو وہ بعثت نبی پر قبل از بعثت لاتے تھے۔ مگر جب حضور صلعم تشریف لائے تو انکار کر دیا۔

حضرت عیسیٰ اس پیشگوئی کے مصداق نہیں ہوسکتے

اس جگہ اس بات کو واضح کردینا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ کہ جس مسیح موعود کی پیشگوئی تمام انبیاء کرام اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی تھی۔ اس کا مصداق حضرت عیسیٰ ابن مریم نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان انبیاء میں شامل ہیں جنہوں نے قاتل دجال کی پیشگوئی کی تھی۔ دوسرے اگر انبیاء گذشتہ کی پیشگوئیوں کا مصداق حضرت عیسیٰؑ ہوتے۔ تو وہ خود اس بات کا دعویٰ کرتے۔ کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اور میں ہی قاتل دجال ہوں۔ مگر نہ تو انہوں نے اس قسم کا کوئی دعویٰ کیا۔ اور نہ ہی ان کے زمانہ میں کوئی دجالی فتنہ پیدا ہؤا۔ ہاں فتنہ یہود ضرور زوروں پر تھا۔ مگر بقول عیسائی صاحبان حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) اسی فتنہ کا شکار ہوگئے اور یہود کے ہاتھوں معاذ اللہ قتل ہوگئے۔ اور بقول مسلماناں وہ اس فتنہ سے ایسے خوفزدہ ہوئے۔ کہ زمین چھوڑ آسمان پر جاکر پناہ لی۔ اور ساڑھے انیس سو سال ہوئے۔ کہ اترنے کا نام نہیں لیتے۔ اندریں حالات حضرت عیسیٰ علیہ السلام انبیاء کرام کی پیشگوئیوں کے مصداق کیسے ہوسکتے ہیں۔

قرآن کریم پر غور کرنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام پر کل انبیاء ایمان لائے تھے اور یہ کہ وہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں۔ بلکہ کوئی ایسے مسیح موعود ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریف لانے والے ہیں۔

میں پہلے بتا چکا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تمام نبیوں سے عہد لیا تھا۔ کہ اگر کوئی نبی آوے تو اس پر ایمان لانا۔ جیسے کہ لتؤمنن بہ سے ظاہر ہے۔ اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ جس عہد انبیاء کا ذکر مذکورہ بالا آیت میں کیا گیا ہے۔ وہ عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لیا گیا تھا۔ اور مُبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسےٰؑ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے۔ تو گویا جس طرح کل انبیاء علیہم السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عہد لیا گیا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء سے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق بھی عہد لیا تھا جیسے فرمایا۔ واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراھیم وموسیٰ وعیسےٰ بن مریم۔ واخذنا منھم میثاقًا غلیظًا۔ یعنی اے ہمارے پیارے نبی! حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کل انبیاء علیہم السلام سے تو ہم نے ایک عہد آپ پر ایمان لانے کے متعلق لیا تھا۔ اور اب ایک نیا عہد ہم تجھ سے بھی آئندہ آنے والے نبی یعنی (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کے متعلق لیتے ہیں۔ اور یہ دوسرا عہد نہ صرف تجھ سے ہی لیتے ہیں۔ بلکہ آپ کے علاوہ دیگر انبیاء مثلاً حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ۔ حضرت عیسیٰ (علیہم السلام) سے بھی لے چکے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے کس وضاحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔ کہ دو عہد انبیاء علیہم السلام سے لئے گئے تھے۔ ایک عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو اذ اخذنا من النبیین میثاقھم سے ظاہر ہے اور دوسرا عہد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق جو ومنک ومن نوح وابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ سے ظاہر ہے۔

اس عہد ثانی سے یہ اور بھی بالوضاحت ثابت ہو گیا۔ کہ آنے والا مسیح موعود حضرت عیسیٰ نہیں ہیں۔ کیونکہ جس نبی پر ایمان لانے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور پھر ابراہیم۔ نوح۔ موسیٰ علیہم السلام سے عہد لیا گیا۔ اس نبی پر ایمان لانے کا عہد حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی لیا گیا ہے۔ اور یہ عہد کسی ایسے نبی کے متعلق ہی ہوسکتا ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی پیدا ہونے والا ہو۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ تو حضرت عیسیٰ پر امن الرسول کے مطابق ایمان لاچکے تھے۔ پھر نئے عہد کے کیا معنی؟ کیا خدا تعالیٰ کو معاذ اللہ شبہ ہوگیا تھا۔ کہ شائد دوبارہ آمد پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایمان نہ لائیں؟

دوسرے جب ہر نبی اپنی نبوت پر سب سے پہلے ایمان لاتا ہے۔ توجب حضرت عیسیٰ کو خداتعالیٰ نے پہلے نبی بناکر بھیجا تھا۔ اسوقت وہ اپنی نبوت پر ایمان نہ لائے تھے۔ اگر وہ اس وقت ہی اپنی نبوت پر ایمان لے آئے تھے۔ تو مذکورہ آیت کریمہ کے ذریعہ دوبارہ ایمان لانے کے عہد کے کیا معنی؟

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک اور نبی آنے والا تھا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا امتی قرار دیا تھا۔ اور اللہ تعالےٰ سے خبر پاکر اس کا نام مسیح اور عیسیٰ رکھا تھا۔

پس جس مسیح علیہ السلام پر سب نبی ایمان لائے۔ اور پھر جس موعود مسیح پر سب نبیوں کے سرتاج حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان لائیں۔ اس اولوالعزم نبی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہمارا ایمان لانا نہایت ضروری اور سب سے ضروری ہؤا۔

تفصیلی بحث

میں نے اپنے مضمون کا خلاصہ بیان کر دیا ہے کہ نبیوں پر ایمان لانے کا چونکہ خدا تعالےٰ نے حکم دیا ہے۔ اور نبیوں پر انبیاء علیہم السلام بھی ایمان لائے ہیں اور کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی سب نبی ایمان لائے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ بھی نبوت کا ہے۔ اس لئے آپ پر ایمان لانا نہایت ضروری ہے۔ (یہ الگ بحث ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ سچا ہے

یا نہیں ؛ اگر آپ کا دعویٰ سچا ہے۔ اور یقیناً سچا ہے تو آپ پر ایمان لانا اشد ضروری ہے۔ یہ آپ لوگوں کا فرض ہے۔ کہ آپ تحقیق کریں۔ کہ کیا فی الواقعہ آپ کا دعویٰ سچا ہے۔

اپنے مضمون کا خلاصہ بیان کر دینے کے بعد اب میں کسی قدر تفصیل سے اس مسئلہ پر بحث کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق

بحث کے دو پہلو

اس مسئلہ پر دو طرح سے بحث کی جا سکتی ہے اوّل ان لوگوں کو مدنظر رکھ کر جو نہ کسی مذہب کے قائل ہیں۔ نہ خدا کی ہستی پر ان کا ایمان ہے۔ بلکہ ان کا خیال ہے۔ کہ مذہب چونکہ دنیا میں فساد اور تفرقہ پیدا کرتے ہیں۔ اس لئے لامذہبیت اچھی چیز ہے دوسرے ان لوگوں کو مدنظر رکھ کر اس مسئلہ کو بیان کیا جا سکتا ہے۔ جو کسی نہ کسی مذہب کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔

امر اوّل پر بحث جو لوگ لامذہب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ مذہب موجب فساد چیز ہے۔ دراصل وہ بہت بڑی غلطی میں مبتلا ہیں۔ ایک طرف تو ان کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ کوئی مذہب نہیں ہونا چاہیئے۔ اور دوسری طرف وہ خود ایک مذہب بنا رہے ہوتے ہیں۔ جب وہ کسی کے سامنے اس بات کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں کہ مذہب موجبِ فساد چیز ہے۔ اس لئے اس کو ترک کرنا چاہیئے۔ تو گویا دوسرے الفاظ میں وہ بھی اپنے اردگرد ایک جماعت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جو اُن کے ہم خیال ہو۔ اور یہ خود ایک مذہب ہے۔ کیونکہ مذہب تو چند اصولوں اور قوانین کا نام ہے۔ جن کو انسان اپنی زندگی میں مدنظر رکھتا ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ اپنے لئے خود اپنا لائحہ عمل تیار کرتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ اس بات کے مدعی ہوتے ہیں۔ کہ ان کو ان کے خالق و مالک اور ہر زمانے کا علم رکھنے والے خدا نے خود چند قوانین ان کے مناسب حال بنا دیئے ہیں :-

اس بحث کو مختصر کرتے ہوئے میں گذارش کروں گا۔ کہ لامذہب کہلانے والے لوگ بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ انسان محدود العلم ہستی ہے۔ اس کو یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ کل کا دن اس کے سامنے کس قسم کے واقعات پیش کرنے والا ہے اور کس قسم کے حالات سے اس کو ہمکنار ہونا پڑیگا یہی وجہ ہے۔ کہ ان کو اپنے قوانین میں آئے دن تغیر و تبدل کرنے پڑتے ہیں۔ اور کسی علاقے میں کوئی قانون ہے اور کسی میں کوئی۔ اور دونوں ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں۔ قرآن کریم نے کیا صاف الفاظ میں فرمایا تھا۔ ما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ کہ انسانوں کو اپنا ذاتی علم تو کچھ بھی نہیں۔ ہم نے ہی ان کو کچھ نہ کچھ علم دے رکھا ہے جس پر بعض نادان پھولے نہیں سماتے۔

پس جب انسان کا اپنا علم کچھ بھی نہ ہوُا۔ اور جو کچھ کم بیش علم ہے۔ وہ بھی کسی علیم کا دیا ہوُا۔ تو اس صورت میں ضروری ہوُا۔ کہ کسی علیم کی طرف توجہ کی جائے۔ اور وہ علیم خدا تعالےٰ ہی کی ذات ہے۔ اور خدا تعالےٰ اپنے علوم کو کسی نہ کسی نبی کے واسطہ سے ہی نازل کیا کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ حٰم۔ تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم کہ قرآن کریم ایک علیم ہستی کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور پھر فرمایا۔ نزلنا الیک الکتاب تبیانا لکل شیئٍ وھدی ورحمۃ للمومنین (سورہ نحل ع ۱۲) اے لوگو! ہم نے اپنے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب نازل کی ہے۔ اس میں ہر ایک امر کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ اس میں ہر ایک امر کے متعلق رہنمائی کی گئی ہے اور اس کے قواعد پر عمل کرنے سے رحمت نازل ہوگی۔ اس لئے چاہیئے۔ کہ اس کتاب پر۔ اس کے نبی پر۔ اس کے خدا پر ایمان لایا جاوے۔ کیونکہ ایمان کے نتیجہ میں ان علوم سے بہتر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

پس جس صورت میں یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ انسان کا علم ناقص ہے۔ اور یہ جو بھی قوانین مرتب کریگا۔ وہ ناقص العلم ہونے کی وجہ سے یقیناً ناقص ہی ہونگے۔ تو ایسی صورت میں کامل العلم ہستی کے قوانین کا اتباع ضروری ہوُا۔ اور کامل العلم ہستی چونکہ اپنے علوم نبی کے واسطہ سے نازل کیا کرتا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کے لئے بھی ضروری ہوُا۔ کہ وہ خدا تعالےٰ کے انبیاء پر ایمان لائیں۔ تا ان کو ایک علیم کل ہستی کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کر کے دنیا و آخرت میں فائدہ ہو۔

رہا یہ سوال کہ اس کا کیا ثبوت ہے۔ کہ جو نبی آتے ہیں۔ ان کو خدا تعالیٰ علم سکھاتا ہے۔ اور ان کے بیان کردہ قوانین کلید کامیابی ہوتے ہیں۔ تو اس کا جواب نہایت مختصر الفاظ میں یہ ہے۔ کہ جب بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی نبی آیا۔ اس نے آکر یہی کہا۔ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا۔ کہ نبی اور اس کے متبعین جن قواعد پر عمل پیرا ہونگے۔ وہ کامیابی کا ذریعہ ثابت ہونگے۔ اور ان کے مخالف جو بھی تدابیر سوچیں گے۔ وہ ناکام اور نامراد کرنے والی ہوں گی۔ جیسے فرمایا۔ ان کید الشیطان کان ضعیفا۔ چنانچہ کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار دفعہ کا یہ تجربہ ہے۔ کہ خدا کے نبی اور ان پر ایمان لانے والے لامذہبوں پر غالب آئے۔

عاد اور ثمود اور قوم لوط اور قوم موسیٰؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کی تباہی و بربادی اس بات کا بیّن ثبوت ہے۔ کہ خدا کے بیان کردہ قوانین پر عمل کرنے والے ہمیشہ دوسروں پر کامیاب و غالب ہوئے۔ اور مذہب نے لامذہب پر غالب آکر بار بار ثابت کر دیا۔ کہ نبی پر ایمان لانا نہایت ضروری ہے۔

امر دوم پر بحث

امر ثانی پر ان لوگوں کو مدنظر رکھ کر بحث کی جا سکتی ہے جو اپنے آپ کو کسی نہ کسی نبی کی طرف منسوب کرتے ہیں بالفاظِ دیگر کسی نہ کسی مذہب کے قائل ہیں۔ ایسے تمام لوگوں کے لئے بھی مفصلہ ذیل وجوہات سے نہایت ضروری ہے۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائیں۔

امر اوّل سب سے پہلی بات جو اس ضمن میں بیان کی جا سکتی ہے۔ یہ ہے۔ کہ تمام کی تمام قومیں اس بات کا انتظار کر رہی ہیں۔ کہ ان میں ایک موعود آنے والا ہے کیونکہ اُن کی مذہبی کتب ایک موعود کا وعدہ کرتی ہیں۔ کیا ہندو۔ کیا عیسائی۔ کیا یہودی اور کیا مسلمان ہر ایک قوم کو ایک موعود مصلح کی انتظار لگی ہوئی ہے۔ ہندو تو حضرت کرشن جی مہاراج کی انتظار میں ہیں۔ تو عیسائی حضرت عیسیٰ کی شدید طور پر انتظار کر رہے ہیں۔ یہودی ایلیاہ کے منتظر ہیں۔ تو مسلمان مہدی علیہ السلام کے۔ بدھ مذہب والے ایک اور بدھ کے لئے چشم براہ ہیں۔ تو سکھ ایک کلغی اوتار یا بڑے گرو کی دید کے منتظر غرض ہر ایک قوم ایک نہ ایک موعود کی انتظار بڑے شد و مد سے کر رہی ہے۔

امر دوم اس حقیقت سے واقف ہونے کے بعد کہ ہر قوم ایک نہ ایک مصلح کی منتظر ہے۔ اس امر کو جاننا ضروری ہو جاتا ہے۔ کہ کیا ہر قوم کا الگ الگ موعود آئیگا۔ یا سب کی طرف ایک ہی شخص مصلح ہو کر آئے گا۔

ہمارا مسلک اس مسئلہ کے متعلق یہی ہے۔ کہ موعود کل ادیان ایک ہی ہونا چاہیئے۔ اور ہمارے پاس اس کے بہت سے دلائل ہیں۔ جن سے چند ایک کا ذکر کرتا ہوں۔

دلیل اوّل :- پہلی دلیل اس امر کو ثابت کرنے کیلئے یہ دی جا سکتی ہے۔ کہ تمام وہ کتب جو کسی موعود کا وعدہ دے رہی ہیں۔ وہ تمام کی تمام ایسے زمانہ میں اس کی آمد کا وعدہ کرتی ہیں۔ جو نہایت گندہ اور نہایت بے دینی کا ہوگا۔ ہندو بھی اقرار کرتے ہیں۔ کہ حضرت کرشن نے گیتا میں نہایت صاف الفاظ میں کہا ہے۔ کہ جب دنیا میں بے دینی پھیلتی ہے۔ اور دھرم کا ناش ہوتا ہے۔ اسوقت میں آتا ہوں۔ انجیل بھی یہی کہتی ہے۔ کہ قوم پر قوم چڑھائی کرے گی۔ اور سخت بے چینی اور گھبراہٹ کے زمانہ میں ابن آدم آئے گا۔

اور قرآن کریم نے تو صاف فرما دیا ہے۔ ظھر الفساد فی البرّ والبحر بما کسبت ایدی الناس۔ کہ جب لوگوں کی بداعمالیاں عوام الناس سے بڑھ کر معتبر علماء تک پہنچ جائیں۔ وہی نبی کی آمد کا زمانہ ہوتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا۔ کہ مسیح موعود و مہدی معہود ایسے ہی زمانہ میں آئیگا۔ جب مسلمان فقط نام کے ہونگے۔ مساجد ویران ہونگی۔ اور قرآن کا صحیح علم اٹھ چکا ہوگا۔ ایسے وقت میں ایک فارسی الاصل امام مہدی اس کو آسمان سے لائیگا۔

غرض جب تمام قومیں اپنے موعود کا زمانہ ایک سا ہی بیان کرتی ہیں۔ تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ہر ایک قوم کا الگ الگ موعود ایک ہی زمانہ میں آ جائے۔

دلیل دوم :- دوسری دلیل یہ ہے۔ کہ جہاں تمام قومیں اپنے موعود کا ایک ہی زمانہ میں آنا تسلیم کرتی ہیں وہاں تمام قومیں یہ بھی تسلیم کرتی ہیں۔ کہ اُن کے موعود کا کام ایک ہی ہوگا۔

عیسائی بھی کہتے ہیں۔ کہ وہ یہودیوں سے بدلہ لیگا۔

اور عیسائیت کو غالب کریگا۔ ہندو بھی کہتے ہیں۔ وہ آنے والا کرشن دُشٹوں کا ناش کریگا۔ اور نیکوں کی رکھشا کریگا۔ چنانچہ اخبار ویر بھارت کے کرشن نمبر صفحہ ۱۶ پر کرشن جی مہاراج کی زبانی لکھا ہے۔ کہ "مجھے میرا قول یاد دلاتے ہو۔ کہ

مَیں نے گیتا میں یہ وعدہ کیا ہے۔ کہ جب دھرم
کی ہانی ہوتی ہے۔ تو میں پاپیوں کا ناش کرنے
اور دھرمیوں کی حفاظت کے لئے دنیا میں آتا ہوں
یہ ٹھیک ہے۔ سولہ آنے درست ہے۔ کہ میں
نے ایسا وعدہ کیا ہوا ہے۔"

اور مسلمان بھی کہتے ہیں۔ لیظھرہ علی الدین کلہ۔ کہ آنے والا مسیح موعود مسلمانوں کے دین کو سب دینوں پر غالب کر دیگا۔ حدیثوں میں تو صاف لکھا ہے۔ کہ وہ روئے زمین پر پھیل جائیگا۔ اور اسلام کا بول بالا کرے گا۔ اور منکرین اس کے دم سے ہلاک ہونگے۔ تو جب سب قومیں اپنے موعود مصلح کا زمانہ ایک ہی بتاتی ہیں۔ اور اس کا کام بھی ایک ہی بتاتی ہیں۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ سب کا موعود ایک ہی ہوگا۔ ورنہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ایک ہی زمانہ میں ہندوؤں کا کرشن آکر ہندوؤں کو روئے زمین کا سوراج دلا دے۔ اور اسی زمانہ میں عیسائیوں کے حضرت عیسیٰؑ آکر روئے زمین کے لوگوں کو عیسائی بنالیں۔ اور اسی زمانہ میں مسلمانوں کے مہدیؑ آکر سب دنیا کو مسلمان بنا دے۔

تیسری دلیل ۱- کہ سب قوموں کا موعود ایک ہی ہوگا نہ کہ الگ الگ یہ ہے۔ کہ جہاں سب قومیں اپنے اپنے موعود کا زمانہ ایک بتاتی ہیں۔ اور جہاں اس کا کام ایک بتاتی ہیں۔ وہاں اس کا مقام بھی ایک ہی بتاتی ہیں۔ یعنی ہندوستان۔

چنانچہ حال میں ماہ اگست ۱۹۳۷ء کے ویر بھارت کرشن نمبر میں اس بات کا اقرار موجود ہے۔ کہ کرشن مہاراج کو ہندوستان میں آنا چاہیئے۔ چنانچہ مضمون نگار نے مضمون کو ایسے رنگ میں شروع کیا ہے۔ کہ قوم کرشن جی مہاراج کو بڑی لجاجت اور انکساری سے پکار پکار کر بلا رہی ہے۔ اور کرشن جی مہاراج ان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"پکار رہے ہو۔ گوپال۔ چلا رہے ہو
ناتھ۔ بھارت میں آؤ۔ ہندوستان میں آؤ۔
مجھے بلاتے ہو۔ کہ بھگوان بھارت میں آؤ۔
ہاں میں آؤنگا۔ ضرور آؤنگا۔" صفحہ ۱۶

۲- اناجیل کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بھی حضرت عیسیٰؑ کو مشرقی جانب یعنی ہندوستان میں ہی آنے کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ چنانچہ متی باب ۲۴ آیت ۲۷ میں لکھا ہے۔

"جیسا کہ بجلی پورب سے کوند کر پچھم تک چمکتی
ہے۔ ایسا ہی ابن آدم کا آنا ہوگا۔"

جائے غور امر یہ ہے۔ کہ اس تمثیل میں بجلی کے کوندنے کو مشرق کے ساتھ اور اس کی رفتار کو مغرب کی جانب کے ساتھ کیوں وابستہ کیا ہے۔ حالانکہ بجلی کے چمکنے کی نہ تو کوئی خاص جہت مقرر ہے۔ اور نہ ہی اس کی رفتار ریل کی طرح ایک جانب سے دوسری جانب کو ہوتی ہے بلکہ جب بھی بجلی چمکتی ہے۔ اس کی روشنی چاروں طرف پھیلتی ہے۔ اس تمثیل سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ نے جس ابن آدم کے آنے کی بشارت دی ہے۔ وہ مشرق میں پیدا ہوگا۔ اور اسکا نور آناً فاناً مغربی ممالک تک پہنچ جائیگا۔

مسلمان ۱- رہے مسلمان۔ سو اُن کی احادیث میں بھی صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ

بینما ھو کذالک۔ اذ بعث اللّٰہ المسیح بن مریم
فینزل عند المنارۃ البیضآء شرقی دمشق۔

کہ جب دجالی فتنہ زوروں پر ہوگا۔ تو اسوقت اللہ تعالیٰ مسیح موعود علیہ السلام کو دمشق کے مشرقی منارہ کے پاس بھیجیگا۔

اس پیشگوئی کو پڑھ کر بہت خوشی اور لذت محسوس ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے جب مسیح موعود کی پیشگوئی فرمائی۔ تو اس کی آمد کو بجلی سے تشبیہ دی۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کی پیشگوئی فرمائی۔ تو اس کے نور کو صرف بجلی سے تشبیہ نہیں دی۔ کیونکہ بجلی کا نور بے شک سرعت کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک پہنچ جاتا ہے۔ مگر قائم نہیں رہتا۔ مگر اس موعود کا نور چونکہ صرف عیسوی نور ہی اپنے اندر نہ رکھتا تھا۔ جو بجلی کی طرح چمک کر جلدی ختم ہو جانیوالا تھا۔ بلکہ محمدی نور بھی اپنے اندر رکھتا تھا۔ جو دائمی تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر کہ مسیح موعود علیہ السلام کے نور کے سرعت کے ساتھ پھیلنے کا مفہوم تو بے شک حضرت عیسیٰؑ اپنی پیشگوئی میں پیدا کر چکے ہیں۔ مگر اس میں اس کے نور کے دوام کا مفہوم نہیں پایا جاتا۔ اس لئے حضور نے منارہ کا لفظ رکھ کر اس پیشگوئی کو مکمل کر دیا۔ اور فرما دیا۔ کہ مسیح موعودؑ کا نور عارضی نہ ہوگا۔ بلکہ مستقل ہوگا۔ کیونکہ منارہ کے معنے ہیں۔ نور کی جگہ۔ نور کا محل جہاں سے نور چاروں طرف پھیلتا رہتا ہو۔ اور پھر عند المنارۃ کا لفظ رکھ کر یہ بھی ثابت کر دیا۔ کہ اس کا نور ایک ایسے شخص سے حاصل کردہ ہوگا۔ جو اس کے مغرب میں پیدا ہو چکا ہوگا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ بذاتِ خود اس کے علاقہ کے مشرق میں مبعوث ہوگا۔ جیسا کہ لفظ شرقی سے ظاہر ہے۔ یعنی آنے والا موعود مقام نور یعنی منارہ سے مشرق کی طرف ہوگا۔ اور منارہ اس سے مغرب کی طرف ہوگا۔ یہی نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس کا گاؤں (بستی) تک بتا دیا۔ جبکہ فرمایا۔ کہ یخرج المھدی من قریۃ یقال لھا کدعہ۔ کہ مہدی ایک ایسی بستی میں آئیگا جس کو کدعہ (قادیان) کہا جائیگا۔

سکھ۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ پر کہ انہوں نے جب اپنی قوم کو دیکھا۔ کہ وہ باریک بینی سے زیادہ دسترس نہیں رکھتی۔ تو انہوں نے نہایت موٹے الفاظ میں بتا دیا۔ کہ وہ موعود تحصیل بٹالہ میں آئیگا۔ اور دریائے بیاس سے چند میلوں کے فاصلہ پر ہوگا۔ دیکھو جنم ساکھی بھائی بالا۔

دلیل چہارم ۱- چوتھی دلیل کہ تمام قوموں کا موعود ایک ہی ہوگا یہ ہے۔ کہ تمام قومیں اپنے موعود کے متعلق یہ یقین رکھتی ہیں۔ کہ وہ تمام دنیا کا بادشاہ ہوگا۔

یہودی بھی منتظر تھے کہ آنے والا نبی بادشاہ ہوگا۔ مگر عیسیٰؑ چونکہ ظاہری سلطنت کے ساتھ نہ آئے۔ اس لئے آپ کا انکار کر دیا۔

عیسائی بھی مسیح موعود کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں۔ کہ بڑے جلال کے ساتھ آئیگا۔ اور دنیا پر حکومت کریگا۔ چنانچہ مکاشفات $\frac{۲}{۲۵ و ۲۷}$ میں لکھا ہے۔ جو تم پاس ہے اُسے تھامے رہو۔ جب تک کہ میں آؤں۔ اور وہ جو غالب ہوتا۔ اور میرے کاموں کو آخر تک حفظ رکھتا ہے۔ میں اُسے قوموں پر اختیار دونگا۔ اور وہ لوہے کے عصا سے اس پر حکومت کرے گا۔

ہندو بھی یہی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ کرشن جی مہاراج ہندو راج قائم کرنے کے لئے آئیگا۔

مسلمان بھی یہی کہ رہے ہیں۔ کہ مہدی آکر تمام کفار سے جنگ کرے گا۔ اور سب کو یا قتل کر دیگا۔ یا مسلمان کریگا۔ اور سب دنیا کا وہ بادشاہ ہوگا۔

ہمارے غیر احمدی مولوی تو جب خونی مہدی کا ذکر پڑھتے ہیں۔ تو ان کے منہ سے رال ٹپک پڑتی ہے اور گویا ان کی آنکھوں کے سامنے مہدی کی تلوار کے نیچے تمام کفار کے سر خون میں لت پت۔ اور ان کے خزانوں کی چابیوں کے گچھے اپنے ہاتھوں میں دیکھ کر کچھ ایسے بے خود ہو جاتے ہیں۔ کہ بس چاروں طرف سوائے کفار کی لاشوں اور ان کے خزانوں کے ڈھیر کے کچھ نظر ہی نہیں آتا۔

ان تمام حالات سے صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ موعود کل ادیان ایک ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب تمام قومیں اپنے اپنے موعود کے متعلق یہ یقین کئے بیٹھی ہوں۔ کہ وہ آکر تمام مخالفوں کو مٹا کر ایک ہی دین اور ایک ہی حکومت قائم کریگا۔ تو وہ ایک ہی ہو سکتا ہے۔ نہ کہ کئی ایک۔ کیونکہ یہ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ ایک ہی وقت میں تمام دنیا ہندو بھی ہو۔ اسی وقت تمام دنیا عیسائی بھی۔ اور اسی گھڑی تمام آبادی مسلمانوں کی بھی ہو۔

اور اسی طرح یہ بھی کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک ہی وقت میں کرشن جی مہاراج تمام دنیا پر ہندو راج قائم کر رہے ہوں۔ اور اسی وقت حضرت عیسیٰؑ اور امام مہدیؑ اپنی اپنی حکومت قائم کر رہے ہوں۔ بجز اس صورت کے کہ ایک ہی شخص کو مختلف ناموں سے موسوم کیا جائے۔

پانچویں دلیل ۱- عقلاً بھی اس بات کو درست تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ایک ہی وقت میں عیسائیت کی تعلیم کو قائم کرنے والا الگ۔ اسلام کی تعلیم کو قائم کرنے والا الگ اور ہندو راج قائم کرنے والا کوئی الگ موعود ہو۔ کیونکہ اس طرح نوبت اختلاف پیدا ہوگا۔ نہ کہ اتحاد۔ اس لئے سب قوموں کا موعود ایک ہی ہو سکتا ہے۔

(باقی آئندہ)

پیغامِ صلح کے چیلنج کا جواب

از جناب چودھری نعمت اللہ صاحب گوہرؔ بی۔ اے قادیانی

آنکس کہ حق بہ تختِ رسالت نشاندش
بخشد ورا کتابے کہ گنجِ فضیلت است

یعنی ز وحی و رؤیا و الہام و واقعہ
مجموعۂ کہ درخورِ ضبطِ کتابت است

قرآں برد گواہ و تصانیفِ[۱] میرزا
بہتر ازیں گواہاں کدامی شہادت است

لیکن نہ ہر کتاب شریعت اساس ہست
ہر کو چنیں گماں کند ابنِ بطالت است

بعد از کتابِ احمدِ مکّی علیہ الخصوص
تازہ شریعتے برا مطلق نہ حاجت است

قرآں بس است نوعِ بشر را بہر زماں
کیں آخریں کتاب نظامِ شریعت است

امّا اگر تو گوئی کہ عیسےٰ رسول نیست
ایں قولِ باطل است و سراسر حماقت است

بشنو کلامِ مہدی و عیسیٰ کہ قولِ اُو
ہر دو فریق احمدی دانند حجت است

اینک منم نبی و رسولِ[۲] خدائے پاک
دیں کلمۂ نہ موجبِ چندیں مخافت است

زآنجا کہ ایں مقام مقام بروز ہست
نیز ایں نبوتم نہ حقیقی نبوت است

واں قولِ من کہ پیش ازیں درج ازالہ[۳] شد
گر معترض بغور بہ بیند نہ حجت است

"من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب"
ہُشدار! ایں کتاب بمعنی شریعت است

ورنہ منم رسول و نبی ہمچو دیگراں!
از روئے نفسِ وحی نہ ذرّہ تفاوت است

آصفؔ بگو کہ حاصلِ ایں ہا و ہوئے چیست؟
ایں ہم مگر کہ داخلِ فرضِ صحافت است

واقف نۂ ز حرمت و اسرارِ دینِ حق
نازم ترا بہ ردّ و بدل ایں جسارت است

گوہرؔ اگر بگفت کتابے است "تذکرہ"
جرم و خطاش چیست؟ کہ حسنِ عقیدت است

برصدقِ دعویِ او لغت ہم گواہ ہست
یا آں مجاز ہست کہ نہی حقیقت است

عیسیٰ اگر نبی است کتابے ببایدش
ہر چند زو مراد نہ اصلا شریعت است

۱؎ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۹۲۔ ۲؎ ایک غلطی کا ازالہ۔ ۳؎ ازالہ اوہام

اینوفیل مچھّر کے روزنامچہ کا ایک ورق

میرا نام اینوفیل ہے۔ میں نہ تو یونانی ہوں۔ اور نہ مصری۔ بلکہ ہماری نسل بین الاقوامی ہے۔ ہم ہر براعظم میں پائے جاتے ہیں۔ اور ہر جگہ ہماری دھاک بیٹھی ہوئی ہے مچھروں میں ہماری قوم کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ اینوفیل! کتنا پرشوکت نام ہے۔ اور کیوں نہ ہو! ہماری تاریخ کے اوراق ماضی کے دھندلکے میں اب بھی صاف اور روشن نظر آتے ہیں۔

ایک وقت تھا کہ ہم دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں اور سرداروں سے زیادہ طاقتور سمجھے جاتے تھے۔ جہاں کہیں ہماری فوج ظفر موج نکل کھڑی ہوتی۔ زندہ موت سمجھی جاتی۔ کیونکہ ہم جانتے تھے۔ کہ اپنے دشمنوں کو کسطرح تباہ و برباد کیا جائے۔ ہاں کسقدر خوش نصیب میں ہوتا۔ اگر میں اس فوج کا ایک فرد ہوتا جس نے اٹلی میں باربروسہ کو نیست و نابود کر دیا تھا۔ یا جس نے مغل بادشاہ بابر کو پنجاب سے مار بھگایا تھا۔ کتنے شاندار ایام تھے کہ ایک ایک اینوفیل بڑی بڑی بکھموں منٹوں میں ملیا میٹ کر دیتا تھا لیکن پھر بھی بنی نوع انسان کی آنکھوں سے پوشیدہ رہتا تھا کیونکہ اینوفیل ہمیشہ شفق کی مدھم روشنی میں اپنا نادیدہ زہر انسان کے خون میں ملا دیتا ہے۔ اسی طرح ہم پچھلی چند صدیوں میں بھی سست نہیں رہے۔ بلکہ بیشمار کارہائے نمایاں ہماری تباہی و بربادی پر شاہد ہیں سینکڑوں شہر ویران اور بیسیوں قومیں ناپید کر چکے ہیں۔ ہر میدان میں ہم نے بازی جیتی ہے۔ ہی! ہی!! انسان اپنے عیش و آرام کے سلسلہ کو ختم نہیں کرتا۔ لیکن میں ایک بلائے ناگہانی کی طرح مسرت انگیز نغمے گنگناتا ہوا ایک منتخب جگہ پر آ ڈیرے جماتا ہوں اور پھر اندھیرے میں انسانی جسم کے کسی ننگے حصے پر خاموش بیٹھ کر مزے سے خون چوستا ہوں۔ پھر میرا کام ختم ہو جاتا ہے۔ ایک سکنڈ میں سالوں کا بنا ہوا کام بگاڑ آتا ہوں۔ اور یونہی میں ہوا میں پرواز کرتا ہوں۔ تو وہ سادہ لوح جاگ اٹھتا ہے اور مجھے صلواتیں سنانے لگ جاتا ہے۔ "اُف! کسقدر مچھر ہے۔ کتنا تکلیف دہ!" وہ سمجھتا ہے میں ایک معمولی مچھر ہوں۔ ہی! ہی!! لیکن بیوقوف یہ نہیں جانتا کہ میں اینوفیل ہوں! لیکن عنقریب جب وہ بخار سے جوش میں کانپتا ہے۔ تو میری ہیبت کا قائل ہو جاتا ہے۔ لیکن ایک بڑا دشمن ہمارا ابھی پیدا ہو چکا ہے۔ ایک بیوقوف بھی تجربہ کے بعد دانشمند ہو سکتا ہے اس لئے انسان نے اُسے دوست بنا لیا ہے۔ اور وہ **کونین** ہے۔ جہاں ایک دفعہ کونین پہنچ چکی ہو ہماری دال نہیں گلتی **ملیریا** سے بچنے کیلئے ملیریا کمیشن آف دی لیگ آف نیشنز نے ۶ **گرین** روزانہ خوراک ملیریا کے موسم میں استعمال کرنے کی سفارش کی ہے۔ اور بخار کی حالت میں بطور علاج ۱۵ سے ۲۰ گرین روزانہ ایک ہفتہ عشرہ تک کھانے کیلئے مقرر کیا ہے۔ اس تریاق کے سامنے میرا زہر کچھ حقیقت نہیں رکھتا! اس کے بعد میرا نام ہر براعظم میں کسی شخص کیلئے خواہ امیر ہو یا غریب، جوان ہو یا بوڑھا باعثِ خوف و تردّد نہ ہوگا۔ مایوسی سے میں اُس دن کی راہ تک رہا ہوں جب میں اس روزنامچہ میں اس آخری آدمی کا نام لکھونگا جو میرا شکار ہوگا۔ میں پھر کبھی غرور سے نہ کہہ سکونگا۔ کہ میری قوم قدیمی ہے۔ میرا نام اینوفیل ہے۔